ہلال نقوی

جوش کے چند نادر اور غیر مطبوعہ خطوط
بنام سیّد سبطِ حسن[۱]

جوش صاحب کے لامحدود شعری ذخیرے اور لاتعداد نثری تحریروں کی تلاش و دریافت اور ترتیب و اشاعت، کم و بیش گزشتہ چار عشروں سے، میری تحقیقی سرگرمیوں کا محبوب و مرغوب موضوع رہا ہے۔ ان کے رواں اور جولاں قلم نے مسلسل لکھا اور بہت لکھا، لیکن المیہ یہ ہے کہ ۷۵ برسوں پر مشتمل ان کی وسیع الموضوعات شاعری اور ان کا ادب اساس نثری سرمایہ انتہائی بے دردی کے ساتھ بکھرا پڑا ہے جس میں ان کے خطوط بھی شامل ہیں۔

اکیسویں صدی کے اس دوسرے عشرے میں دیگر ادبی کاموں کے ساتھ ساتھ، خطوطِ جوش کی تدوین اور ان کو سمیٹنے کے مراحل سے میں گزر رہا تھا کہ میرے اضطراب اور شاید میری دیوانگی کو دیکھتے ہوئے رؤف پاریکھ صاحب نے جو غالب لائبریری کے معتمد اعزازی بھی ہیں، غالب لائبریری کے محفوظ نوادرات سے، سید سبطِ حسن کے نام جوش صاحب کے ۷/ انتہائی نایاب اور غیر مطبوعہ خطوط دو سال پہلے مجھے عطا کیے تھے۔[۲] خطوط جوش کی تدوین کے ذیل میں میری تحقیق کو اس سے جو تقویت ملی، اس کی قدر و قیمت کا اندازہ مجھے بھی ہے، اور ڈاکٹر رؤف پاریکھ کو بھی۔ چوں کہ میری مسلسل علالت کے سبب خطوطِ جوش کی اشاعت میں تاخیر ہوتی چلی گئی اس لیے یہی مناسب سمجھا کہ ادب کے قارئین کے لیے تحقیقی مجلّہ اردو کی کسی اشاعت میں انھیں محفوظ کر دیا جائے۔

ہر بڑے تخلیقی ادیب اور ہر لازوال شاعر کی طرح جوش صاحب کی شخصیت اور ان کی زندگی کے نشیب و فراز کو سمجھنے اور پرکھنے کے لیے ان کے خطوط کا مطالعہ انتہائی بنیادی کڑی کی حیثیت رکھتا ہے یہ خطوط

ہی ہوتے ہیں جس میں انسان اپنے شب و روز کے ساتھ آئینے کی طرح کھلا اور صاف نظر آتا ہے۔

جوش صاحب کی زندگی ان خطوط میں بہت متحرک ہے۔ رواں دواں، چلتی پھرتی، گفتگو کرتی، خاندانی مناقشوں، مالی الجھنوں، جنسی میلانات، محبتوں، معاشقوں، ناراضیوں اور مصلحتوں کے درمیان سفر کرتی۔ آلام و مصائب سے نبرد آزما زندگی۔ اردو شعرا کی تاریخ میں جوش صاحب جیسی خوش گفتار شخصیت شاید ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے۔ ان کی یہی خوش گفتاری ان کے خطوط میں در آئی ہے۔ ان کی زندگی کے صبح و شام کسی غلاف اور کسی ملمع سازی کے بغیر ان خطوط میں دیکھے جا سکتے ہیں یہ اعلیٰ صفت ہمیں غالب کے خطوط کے بعد جوش صاحب کے خطوط میں نظر آتی ہے۔ ان خطوط میں انشاء پردازی کے جواہر بھی بہت ہیں۔

اردو کے ادبی و غیر ادبی رسائل اور اخبارات میں جوش صاحب کے خطوط ۱۹۲۵ء کے بعد سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب وہ ملیح آباد سے دکن چلے گئے تھے اور عثمانیہ یونیورسٹی کے دارالترجمہ سے وابستہ ہو گئے تھے۔ وہ کثیر الاحباب شخص تھے۔ نوجوانی سے ضعیف العمری تک، ان کے دوستوں، رفیقوں، ہم نوالہ و ہم پیالہ ساتھیوں، علما، دانشوروں، اور پھر اہلِ خاندان میں اہلیہ، بیٹی، بیٹے، داماد، بہو، پوتیوں، پوتوں اور نواسیوں سے ان کے قلبی رشتے کی روداد زندگی کے کئی ادوار کو سمیٹے ہوئے ہے۔ ان کے خطوط پنڈت جواہر لال نہرو اور ذوالفقار علی بھٹو سے لے کر اپنے سب سے چھوٹے نواسے اور پوتے کے نام بھی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ یہ سب خطوط کہاں ہیں؟

جواب یہ ہے کہ جوش صاحب کی خدمات سے تحقیق کرنے والوں کی غفلت، بے اعتنائی اور قومی و ادبی اداروں کی لا پروائی کے سبب یہ خطوط یا تو ضائع ہو گئے یا اب تک بکھرے پڑے ہیں۔ ہمارے ملک اور ہمارے کلچر میں یہ روایت نہیں پائی جاتی کہ اپنے تہذیبی اثاثے کو اپنی پناہ میں لے لیں اور جوش صاحب کے ساتھ تو بے توجہی کا یہ ناسور اس لیے بھی رستا رہا کہ ہماری توانائیاں ان کی مخالفت ہی میں خرچ ہو گئیں، جس کی اپنی ایک داستان ہے۔ وقت گزرتا چلا گیا اور ان کی تحریریں ہم سے دور ہوتی چلی گئیں۔ ایک وسیع سطح پر ہمارے اداروں نے سوچا ہی نہیں کہ اتنی قد آور شخصیات کے لکھے ہوئے حرفوں اور لفظوں کو ہم ایک قومی خزانے کی طرح کس انداز سے محفوظ کریں۔ اگرچہ ایسے کام ایک آدمی کے بس کی بات نہیں ہوا کرتے لیکن اپنے محدود وسائل اور لاتعداد مسائل کے باوجود راقم السطور نے ان کی تحریروں کو سنبھالنے اور یکجا کرنے کے لیے کچھ قدم اُٹھائے ضرور ہیں۔

جوش ملیح آبادی کی نادر و غیر مطبوعہ تحریریں (۱۹۹۲ء)، اوراقِ جوش (۲۰۱۰ء)،

یادوں کی برات کا قلمی نسخہ اور اس کے گمشدہ وغیر مطبوعہ اوراق (۲۰۱۳ء)، انتقادیاتِ جوش (۲۰۱۶ء) اور یادوں کی برات کا جدید ایڈیشن (۲۰۱۸ء) اسی تحقیقی سفر کے کچھ موڑ ہیں۔ اوّل الذکر کتاب میں ڈاکٹر رالف رسل، ذہین شاہ تاجی، ممتاز دولتانہ، خورشید علی خاں، بیٹی سعیدہ خاتون اور نواسے سراج انور خاں کے نام اُن کے کچھ نایاب خطوط بھی شامل ہیں۔[۳] جوش صاحب کے خطوط پر مشتمل چار مجموعے نقدِ اخلاص (۱۹۶۷ء)، جوش بنام ساغر (۱۹۹۱ء)، خطوطِ جوش ملیح آبادی (۱۹۹۳ء) اور جوش ملیح آبادی کے خطوط (۱۹۹۸ء) اگرچہ شائع ہو چکے ہیں لیکن خطوط کی ترتیب و تدوین میں اصولِ تحقیق اور دیانتِ فکر کو ان کتابوں میں یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے اور اس ذیل میں بیشتر کام ابھی ادھورے ہی ہیں۔ اب بھی پاکستان اور ہندوستان کے مختلف ادبی رسائل میں ان کے خطوط بکھرے ہوئے ہیں جن میں رسالہ ہمایوں،[۴] نقوش[۵] اور ششش ماہی غالب[۶] کے علاوہ بھی دوسرے کئی ادبی جریدوں کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ نایاب رسائل میں موجود بیشتر خطوط ان کے خطوط کے کسی مجموعے میں اب تک شامل نہیں ہیں۔

جوش صاحب کے وہ خطوط جو اب تک غیر مطبوعہ ہیں اور جن کے بارے میں تحقیق کرنے والوں کی معلومات بھی محدود و ناقص ہیں انھی کا حصول سب سے مشکل مرحلہ ہے۔

جوش صاحب کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ خطوط کا جو ذخیرہ راقم کے پاس ہے، ان میں سبطِ حسن کے نام کوئی خط موجود نہیں۔ اس اعتبار سے پیشِ نظر خطوط بہت اہمیت اختیار کر جاتے ہیں۔ جوش صاحب کا سبطِ حسن سے جو ذہنی و علمی رشتہ تھا اور پھر خصوصاً نیا ادب، کلیم، لیل و نہار اور یادوں کی برات کی طباعت کے ذیل میں ان سے جو ایک مراسلت رہی ہو گی تو امکان اس بات کا ہے کہ سبطِ حسن کے نام جوش صاحب کے ابھی اور بھی خطوط ہوں گے۔ دیکھتے ہیں کہ وہاں تک اہلِ تحقیق کی رسائی کب ہوتی ہے۔

سبطِ حسن کے نام جوش صاحب کے جو ۷ خطوط ہمارے پیشِ نظر ہیں، ان میں سے دو خط ۱۹۵۸ء کے ہیں۔ ایک ۱۹۵۹ء کا اور ایک ۱۹۶۷ء کا جب کہ تین خط ۱۹۷۲ء کے ہیں، ان ساتوں خطوط سے جوش صاحب کی ادبی زندگی کے کچھ اور منظر بھی کھل کر ہمارے سامنے آ گئے ہیں۔ جن کی تفصیلات حواشی میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

سبطِ حسن کے نام جوش کے سات غیر مطبوعہ خطوط کا متن

—۱—

میاں سبطِ حسن،

آپ کو بالقوۃ ہزاروں خط، اور ہزاروں نظمیں روانہ کر چکا ہوں اور آج بالفعل پہلا خط اور پہلی نظم بھیج رہا ہوں، میری اس روش کو عدم اعتنا یا ضعفِ خلوص پر مبنی نہ کیجیے گا، میرے حالات کا علم آپ کو نہیں۔ صد حیف کہ اب تک زندہ ہوں بہر حال اس کا یقین رکھیے کہ میری محبت آپ کے ساتھ ویسی ہی قوی ہے جیسی کہ پہلے تھی، اور ذہنی طور پر میں آج بھی آپ سے ویسی ہی ہم آہنگی رکھتا ہوں جیسی کہ آج سے برسوں پیش تر تھی۔

فیض سے میری دُعا کہیے، اور صوفی تبسم ملیں تو سلامِ شوق کہہ دیجیے۔ نہیں معلوم ملاقات کب ہوگی، اور ہوگی بھی کہ نہیں، اس لیے کہ:

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ

کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا
تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

آپ کا برادرِ بزرگ
جوش مرحوم
۲رفروری ۱۹۵۸ء، کراچی

جدید فنِ حرب(۷)

منافقت کے لیے ہے بغل میں دست آویز　　یہ عصرِ نو کہ ہے دیر اختلاط و زود آمیز
بہت دنوں میں سِکھایا ہے یہ تمدن نے　　کہ دشنہ جیب میں ہو، لب رہیں تبسّم ریز
ہزار سال میں آیا ہے یہ سلیقۂ حرب　　کہ لحنِ صُلح پہ حاوی نہ ہو خروشِ ستیز
کل اہلِ تاج و نگیں تھے بپوستینِ پلنگ　　اور اب بصورتِ شیریں ہے خسروِ پرویز
بچوبِ طبل کل اعلانِ جنگ ہوتا تھا　　اور اب حدیثِ وغا ہے بحرفِ دل آویز

کبھی حریف تھے آتش چکان و خوں افشاں — اور اب عدو ہیں جواہر فشاں و گوہر بیز
پئے رقیب ہے اب نغمۂ 'بیا' 'بنشیں' — بجائے شورشِ بے ہودۂ 'برو' 'برخیز'
پئے ہلاکتِ مے پیشگانِ ہم مشرب — بجائے زہر ہے اب بادۂ جنوں انگیز
کبھی بزیرِ کماں تھی شعاعِ تیر جفا — اور اب ہے زیرِ ہلال آبِ خنجرِ خوں ریز
'معاشقات' ہیں مُہلک ترین آلۂ حرب — مُعانقات ہیں نازک تریں سعئ گُریز
صدائے شعلہ تھی کل طبلِ حملۂ نادر — ادائے لالہ ہے اب پیکِ فتنۂ چنگیز

—۲—

کراچی۔
۵۸/۷/۳۱
ساڑھے تین بجے صبح

میاں سبطِ حسن،

پہلی بات تو یہ ہے کہ سید ابوالخیر صاحب[۸] کی معرفت میں نے اپنی جو نظمیں، آپ کے رسالے[۹] کے واسطے بھیجی تھیں، اُن کا مُعاوضہ ابوالخیر صاحب کے حوالے کر دیجیے، تا کہ وہ اُس رقم کو اُن صاحب تک پہنچا دیں، جن کے واسطے میں نے وہ نظمیں آپ کے پاس بھیجی تھیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ میری لاہور کی موجودگی میں آپ نے شہر سے جو فوری فرار فرمایا تھا، اُس کا، اور سگاروں کے ڈبّے، دونوں کا شکریہ قبول کیجیے۔

میں دوبارہ نازل ہونے والا ہوں، فرارِ ثانی کے واسطے کمر کس رکھیے۔

نیازمند
جوشؔ

—۳—

کراچی

۲۸۔۲۔۵۹

میاں سبطِ حسن،

آپ کی شکایت سر آنکھوں پر، لیکن یہ بات عدمِ خلوص پر مبنی نہیں بلکہ غفلت اور عدمِ فرصت پر مبنی تھی۔

نظم روانہ کر رہا ہوں۔ اپنی خیریت سے گاہ گاہ مطلع کرتے رہیے۔

فیض سے میری دعا کہہ دیجیے۔

نیاز مند

جوش مرحوم

—۴—

جوش ملیح آبادی	**ٹیلی فون: دفتر ۴۲۱۶۳**
رُکن مشیرِ ادبی و مدیرِ لُغت	**مکان: ۴۱۴۷۲**
ترقی اردو بورڈ	**۶۷۲، اردو منزل جمشید روڈ**
	کراچی نمبر ۵

۲۹/۴/۶۷

میاں سبطے، پھر آپ اور آپ کے بھائی نے خبر ہی نہیں لی بار بار ٹے لی فون کھڑکھڑایا، لیکن کوئی جواب نہیں پایا۔

آخر عاجز ہو کر اپنے نواسے کو بھیج رہا ہوں، اس کا نام 'بُغا'[۱۰] یعنی بہ زبانِ ترکی، سپاہ دار ہے۔ آج ہی اس کام کو درجۂ تکمیل تک پہنچا دیجیے، ورنہ سپاہی بگڑ جائے گا۔

والدّعا

مرحوم جوشؔ

—۵—

ایسٹ پاکستان ہاؤس،
پنڈی
۳/۷/۷۲

میاں سبطِ حسن صاحب، شکریہ، اور، بدیر جواب لکھنے کی معذرت قبول کیجیے۔

۱...... آپ کے کاغذ کے مُعاملے میں تاخیر اس بنا پر ہو رہی ہے کہ مولانا کوثر نیازی صاحب(۱۱) سے ابھی تک کسی تفصیلی اور با فراغت ملاقات کا موقع نہیں مل سکا ہے۔شاید پرسوں، یا، نرسوں، وہ جب پنڈی واپس آئیں گے، اُن کے واپس آتے ہی، کوشش کروں گا کہ آپ کے کاغذ کا مُعاملہ طے ہو جائے۔

۲......بھیم جی(۱۲) کو خط لکھ چکا ہوں کہ وہ میرا چک [چیک]، مندرجۂ بالا پتے پر، بھجوا دیا کریں آپ بھی یاددہانی کر دیں— بلکہ شفیع اللہ(۱۳) صاحب سے خود بھی کہہ دیں۔

۳...... یادوں کی برات کی روائلٹی [کذا] اب تک کس قدر ہوئی ہے، اس امر سے بھی آگاہ کریں۔

۴...... رباب و مضراب(۱۴) کی کاپیاں، اب تک دیکھ نہیں سکا ہوں، ایک ہفتے کے بعد، دیکھ کر، جلد واپس کر دوں گا اس کتاب کے مُعاملے کی نوعیت کیا ہوگی، اُس سے بھی آگاہ کیجیے۔

ابھی تک اپنے مکان(۱۵) میں منتقل نہ ہو سکنے کی بنا پر، مُعلّقیت کے عالم میں ہوں، اور اس وجہ سے کاپیاں دیکھنے اور آپ کو جلد جواب دینے کی نوبت نہیں آسکی۔

آپ کا بُرا دوست، لیکن اُس قدر بُرا نہیں،
جس قدر— آپ سمجھتے ہیں، جوشؔ

—۶—

f_۲۰۸
شالی مار، ۸/۱، اسلام آباد
صبح ڈھائی بجے
۲۲/۸/۷۲

میاں سبطِ حسن، خوش رہیے۔

کل مولانا کوثر نیازی سے ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا کاغذ آپ تک کراچی میں پہنچ جائے گا۔ اُنھوں نے آپ کا خط اپنے پاس رکھ لیا ہے، جس میں آپ نے کاغذ کی مقدار درج کی ہے۔

محراب و رباب[۱۶] کی باقی کاپیاں بھی بھیج دیجیے تاکہ اُنھیں بھی دُرست کردوں میں نے یادوں کی برات کے پہلے ایڈیشن کی روائلٹی [کذا] کے واسطے، بھیم جی کو خط لکھ دیا ہے، آپ بھی یاد دہانی کردیں، اور دوسرے ایڈیشن کی روائلٹی [کذا]، اگر بآسانی ممکن ہو، تو بھیج دیں، جاڑا سر پر آ گیا ہے، تاکہ اُس رقم میں سے جڑاول،[۱۷] اور گرم کپڑے بنوالوں۔

مخلص

جوشؔ

[پس نوشت]

آپ بھی، کوثر صاحب کو شکریے کا خط لکھ دیں۔

—۷—

f_۲۰۸

شالی مار، ۸

اسلام آباد

میاں سبطِ حسن صاحب، کاپیاں، دُرست کر کے، واپس کر رہا ہوں، کاتب صاحب کو ہدایت کر دیجیے کہ ایک ایک ورق اور ایک ایک سطر کو، غور سے دیکھ کر، تصحیح کر دیں۔

رباب و مضراب[۱۸] کی روائلٹی [کذا] پندرہ فی صد ہوگی، یہ آپ نے کیا سوچا ہے، میری اب تک جو پچیس چھبیس کتابیں شائع ہو چکی ہیں،[۱۹] اُن کی روائلٹی [کذا]، ابتدا میں پچیس اور آخر میں تینتیس فی صد رہی ہے،[۲۰] آپ نے تو پبلشروں یعنی ڈاکو، پبلشروں سے بھی کم رقم دینے کی ٹھان لی ہے۔

آپ کے کاغذ کی بات چیت ہو چکی ہے، کاغذ جلد روانہ کر دیا جائے گا۔

شفیع الحق صاحب، اب آ چکے ہوں گے، اُن تک میرا یہ منسلک پرچہ بھجوا دیجیے، اور خود بھی فون کر دیجیے کہ چک [چیک] بھیج دیں۔

اب رہی، میرے باب میں، آپ کے خیالات، اور آپ کی رائے کی بات، سو، جب کبھی ملیں گے، اُس پر گفتگو کر لیں گے۔

مخلص

جوشؔ مرحوم

حواشی

۱۔ سید سبطِ حسن ۱۹۱۶ء میں، یوپی کے ضلع اعظم گڑھ کے ایک نواحی گاؤں میں پیدا ہوئے مقامی طور پر تعلیم حاصل کرنے کے بعد علی گڑھ یونی ورسٹی سے گریجویشن کیا۔ اسی دوران میں وہ ڈاکٹر محمد اشرف کے رابطے میں آئے جن سے اشتراکیت کے بنیادی اصول سمجھے اور نوجوانی ہی میں کمیونسٹ پارٹی سے وابستہ ہوگئے۔ ۱۹۳۶ء میں جب ترقی پسند مصنّفین کی بنیاد پڑی وہ دکن میں قاضی عبدالغفار کے اخبار میں کام کرتے تھے، کمیونسٹ پارٹی کے اخبار قومی جنگ سے بھی ان کا رشتہ تھا۔

سبطِ حسن، انجمن ترقی پسند کے جریدے نیا دور سے بھی وابستہ رہے۔ جس میں مجاز اور سردار جعفری بھی تھے بعد ازاں جوش ملیح آبادی کا رسالہ کلیم جب اس میں ضم ہوگیا تو یہ نیا ادب اور کلیم کے نام سے نکلنے لگا اس پر جوش ملیح آبادی کا نام بحیثیت مدیرِ اعلیٰ لکھا ہوا کرتا تھا۔

تقسیم ہند کے وقت سبطِ حسن، امریکا میں بین الاقوامی امور میں ماسٹر کر رہے تھے ۱۹۴۸ء میں پاکستان آ گئے۔ ۱۹۵۱ء میں راول پنڈی سازش میں گرفتاریوں کے دوران میں انھیں بھی گرفتار کر لیا گیا۔ ۱۹۵۴ء میں کمیونسٹ پارٹی اور انجمن ترقی پسند مصنّفین پر پابندی لگا دی گئی، جیل سے رہائی کے بعد وہ لیل و نہار کے ایڈیٹر ہوگئے۔ یہ لیل و نہار، میاں افتخار الدین کے ادارے پرگریسو پیپرز لمیٹڈ (پی پی ایل) کے تحت نکلتا تھا۔ ۱۹۵۸ء میں جب ایوب خان نے مارشل لا مسلط کر دیا تو پی پی ایل کو سرکاری تحویل میں لے لیا گیا، ایسے میں سبطِ حسن نے لیل و نہار کی ادارت سے سبک دوشی اختیار کر لی۔

کراچی میں انھوں نے اپنی تقریباً ربع صدی کی زندگی میں تصنیف و تالیف کو مستقل شغل بنا لیا تھا جس کے نتیجے میں شہرِ نگاراں، ماضی کے مزار، پاکستان میں تہذیب کا ارتقا، موسیٰ سے مارکس تک، انقلابِ ایران، نویدِ فکر اور Battle of Ideas in Pakistan جیسی تصانیف منظرِ عام پر آئیں۔

ان کے انتقال کے بعد ڈاکٹر سیّد جعفر احمد نے ان کی مختلف نایاب، مطبوعہ و غیر مطبوعہ تحریروں پر مشتمل کتابیں (افکارِ تازہ، ادب اور روشن خیالی، مغنیٔ آتش نفس: سجاد ظہیر، مارکس اور مشرق اور ادیب اور سماجی عمل) شائع کیں۔ ان کے انتقال کے بعد جو دو اور اہم کام ہم تک پہنچے، ان میں ایک تو فیض سے متعلق ان کی کتاب سخن در سخن ہے جسے حسن عابدی نے ترتیب دے کر مطبوعہ شکل دی دوسرے لیل و نہار میں شامل سبطِ حسن کے اداریوں پر مشتمل کتاب ہے جسے پاکستان کے تہذیبی وسیاسی مسائل کے عنوان سے احمد سلیم نے مرتب کر کے شائع کیا۔ ۱۹۸۶ء میں، ۷۰ سال کی عمر میں ایسے موقعے پر ان کا انتقال ہوا جب وہ ایک کانفرنس میں شرکت کے لیے ہندوستان گئے تھے۔

۲۔ یہ خطوط ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے جولائی ۲۰۱۶ء میں مجھے امانتاً دیے تھے جو اسکین اور فوٹو اسٹیٹ کے بعد انھیں لوٹا دیے گئے اور اب یہ غالب لائبریری میں محفوظ ادبی نوادرات کا حصہ ہیں۔

۳۔ ہلال نقوی، جوش ملیح آبادی کی نادر و غیر مطبوعہ تحریریں (کراچی: حیات اکیڈمی، ۱۹۹۲ء)، ص ۱۱۶ تا ۱۳۵

۴۔ ہمایوں (رسالہ)، مکتوبات جوش ملیح آبادی (لاہور، جلد ۶۱ شمارہ ۶۰، جون ۱۹۵۲ء)، ص: ۳۹۸، ۳۹۹

۵۔ نقوش، خطوط نمبر، (لاہور: ادارہ فروغِ اردو، اپریل مئی، ۱۹۶۸ء) ص ۳۳۲ تا ۳۴۶

۶۔ مصطفٰی نذیر احمد، نادر خطوط کا ایک مجموعہ، مشمولہ ششماہی غالب، کراچی، ۱۹۹۵ء، شمارہ ۱۱ تا ۱۸

۷۔ نظم جدید فنِ حرب، گیارہ اشعار پر مشتمل نظم ہے جسے جوش صاحب نے سبطِ حسن کے نام ۲؍فروری ۱۹۵۸ء کے خط کے ساتھ، خط والے صفحے پر ہی قلم بند کر کے ارسال کیا۔ اس نظم کو سبطِ حسن نے ہفت روزہ لیل و نہار (لاہور) میں اتوار ۱۶؍فروری ۱۹۵۸ء (جلد ۸، نمبر ۷، ص ۱۹) کی اشاعت میں شائع کیا۔ ۱۹۵۸ء کے بعد جوش صاحب کے ترتیب دیے ہوئے چار شعری مجموعے منظرِ عام پر آئے۔ قطرہ و قلزم (۱۹۶۳ء)، الہام و افکار (۱۹۶۶ء)، نجوم و جواہر (۱۹۶۷ء) اور محراب و مضراب (۱۹۹۳ء)۔ قطرہ و قلزم اور نجوم و جواہر رُباعیات پر مشتمل مجموعے ہیں، الہام و افکار اور محراب و مضراب میں بیش تر نظمیں ہی ہیں لیکن جدید فنِ حرب ان میں شامل نہیں ہے۔ اس ایک مثال سے یہ اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ان کا ایسا بہت سا کلام رسائل و جرائد میں موجود ہے جو ان کے کسی مجموعے کا اب تک حصہ نہیں بن سکا۔

۸۔ سیّد ابوالخیر، مولانا مودودی کے بڑے بھائی تھے۔ یادوں کی برات کے گم شدہ صفحات جو راقم کو ملے ہیں اور جنھیں کتابی صورت میں جوش لٹریری سوسائٹی، کینیڈا اور بک کارنر جہلم نے شائع کیا ہے۔ اس میں جوش صاحب نے لکھا ہے کہ ''ابوالخیر حیدر آباد میں میرے رفیقِ ترجمہ اور عربی کے مترجم تھے۔'' حکیم محمود احمد برکاتی اپنے مضمون چند مہکتی یادوں کے ساتھ میں لکھتے ہیں، ''مولانا کے برادرِ بزرگ مولانا سیّد ابوالخیر مودودی (م: اگست، ۱۹۷۹ء) اور جوش صاحب ایک ہی مکان میں کچھ عرصے تک رہتے تھے، لکڑی کے پُل (محلہ) میں مکان کے اوپر کے حصے میں جوش صاحب اور نیچے ابوالخیر صاحب رہتے تھے۔ جوش صاحب کا جب ریاست حیدر آباد سے اخراج ہوا تو ان ریاستوں میں جو ماحول ہوتا تھا تو اس کے پیشِ نظر ان کے احباب تو ایک طرف قریب ترین اعزا بھی ان سے ملنے اور تعلق ظاہر کرنے سے کتراتے تھے۔ مگر جیسا کہ خود جوش صاحب نے یادوں کی برات میں لکھا ہے کہ انھیں اسٹیشن رخصت کرنے صرف مودودی برادران آئے تھے، اس کے بعد برسوں دونوں سے ملاقات نہیں رہی۔'' (مضمون مشمولہ ماہ نامہ ترجمان القرآن، شمارہ اکتوبر ۲۰۰۳ء، ص ۳۱۸)۔

۹۔ رسالے سے مراد ہفت روزہ لیل و نہار ہے جو سبطِ حسن کی ادارت میں لاہور سے نکلتا تھا۔

۱۰۔ جوش صاحب کی صاحب زادی سعیدہ خاتون کی دو بیٹیاں اور سات بیٹے تھے، جوش صاحب نے اپنے پوتے پوتیوں نواسیوں اور نواسوں کو کچھ خطابات عطا کیے تھے جن کا ذکر انھوں نے یادوں کی برات میں کیا ہے۔ وہ اپنے دوسرے نواسے حیدر مسعود خاں کو بغا کہا کرتے تھے، 'حیدر مسعود آج کل اسلام آباد میں رہتے ہیں۔ انھوں نے میرے استفسار پر بتایا کہ وہ ۷؍دسمبر ۱۹۴۱ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے تھے۔ جوش صاحب کے چھوٹے نواسے فرخ جمال ملیح آبادی نے اپنے ان بھائی کے بارے میں لکھا ہے کہ، نیوی میں انجینئر تھے، ان کی شادی ہماری خالہ (جوش صاحب کی بھانجی) صفیہ شمیم ملیح آبادی کی صاحب زادی سے ہوئی تھی، ان کی بیگم کا نام شہناز حیدر ہے۔' (جوش میرے بابا، پورب اکادمی اسلام آباد، ۲۰۱۰ء ص ۴۲)

۱۱۔ اُن دنوں میں مولانا کوثر نیازی وزارتِ اطلاعات ونشریات اور حج واوقاف کے وفاقی وزیر تھے۔

۱۲۔ روشن علی بھیم جی (۱۹۱۷ء۔ ۱۹۹۸ء) ایسٹرن فیڈرل یونین (ای ایف یو) انشورنس کمپنی کے بانی و سربراہ تھے۔ یادوں کی برات کے اخراجات بھیم جی ہی نے اُٹھائے تھے۔ جوش صاحب نے یادوں کی برات انھی کے نام منسوب کی تھی۔ انتساب کے لفظ یہ ہیں: 'میں اپنی اس کتاب کو اپنے محسن اور دوست روشن علی بھیم جی کی ذاتِ گرامی سے منسوب کرتا ہوں۔' باقر نقوی نے جو چیف ایگزیکٹو (Allianz-EFU) اور ای ایف یو لائف انشورنس کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر رہے راقم کو بھیم جی اور جوش صاحب کے حوالے سے کافی معلومات فراہم کیں جس کے لیے ایک الگ مضمون کی ضرورت ہے۔ یادوں کی برات میں 'میرے پاکستانی

دوست' کے ذیل میں خود جوش صاحب نے ان کے بارے میں جو لکھا ہے اس کا ایک اقتباس یہ ہے:

> بمبئی کے باشندے تھے، اب کراچی کے ایک بہت بڑے انشورنس ادارے کے سربراہ ہیں، گجراتی مادری زبان ہے۔ انگریزی بہت ہی اچھی جانتے ہیں، اردو لکھ پڑھ نہیں سکتے مگر اس قدر شستگی و روانی کے ساتھ بولتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کوئی صاحب زبان بات کر رہا ہے اور لہجے میں وہ شریفانہ اتار چڑھاؤ ہے کہ دل موہ لیتا ہے وہ صرف اپنے کاروبار ہی میں پختہ نہیں بلکہ ان کا مطالعہ بھی نہایت وسیع ہے اور علم و ادب پر بھی بڑا عبور حاصل ہے۔ حیرت ہے کہ وہ نہایت خشک مشغولیت کے باوجود کتب بینی کے لیے وقت نکال لیتے ہیں، ان کے دن ایک جفاکش سپاہی کی طرح بسر ہوتے ہیں اور ان کی راتیں ان کو تختِ شاہی پر جلوہ افروز کر دیتی ہیں۔ مرے دن کارخانوں میں مری راتیں نگاروں میں۔ میرے ان کے مابین ۱۹۴۱ء سے دوستی اور بڑی پکی دوستی ہے وہ بمبئی میں کمیونسٹ تھے اور اب سرمایہ دار ہیں لیکن سرمایہ داری کے تمام عیوب سے قطعی طور پر پاک ہیں اور ان کی سرمایہ داری پر درویشی کا عنصر غالب ہے!
>
> (یادوں کی برات، جدید ایڈیشن، کراچی ویلکم بک پورٹ، ۲۰۱۸ء، ص ۶۵۵)

۱۳۔ جوش صاحب نے نام ایک جگہ شفیع اللہ لکھا ہے اور اس کے بعد ایک خط میں شفیع الحق، ای ایف یو کے ایک سابق ایگزیکیٹو ڈائریکٹر فنانس اور موجودہ ایڈوائزر سیّد مہدی امام صاحب نے مجھے بتایا کہ ان کا پورا نام ایم شفیع الدین تھا، وہ ای ایف یو میں چیف اکاؤنٹنٹ تھے ان کی پیدائش بنگلور (بھارت) میں ہوئی تھی، پاکستان منتقل ہونے سے پہلے وہ بمبئی میں عصمت چغتائی کے گھر میں بحیثیت خود پرداختہ مہمان (Paying Guest) رہائش پذیر تھے۔

۱۴۔ دیکھیے حاشیہ نمبر ۲۰

۱۵۔ یہ اسلام آباد کے مکان کا ذکر ہے۔ جوش صاحب کے نواسے فرخ جمال ملیح آبادی نے اپنے نانا (بابا) کے دو مکانات کا تذکرہ کیا ہے جس میں وہ اہلِ وعیال کے ساتھ رہتے تھے۔ فرخ جمال لکھتے ہیں:

> ابتدا میں اسلام آباد کے سیکٹر F-8 میں بابا کو حکومت کی طرف سے کوٹھی دی گئی۔ یہ کوٹھی سنسان ویران اور F-8 میں بالکل اکیلی قیام گاہ تھی۔ دور دور چند مکانات نظر آتے تھے۔ رات کو جانوروں کے چلّانے کی آوازیں خوفناک سماں پیدا کرتی تھیں۔ اس قیام گاہ کے بالائی حصے میں بابا قیام پذیر تھے۔ نیچے باورچی خانہ اور بابا کا آفس تھا جس میں سرکاری عملہ بھی دیا گیا۔ اُس زمانے میں بابا وزارتِ اطلاعات ونشریات کے شعبۂ فلم اینڈ پبلی کیشن میں بطور مشیر مقرر ہوئے تھے۔ دوری کی وجہ سے یہاں ملنے والوں کا سلسلہ کم تھا صرف وہی اشخاص آیا کرتے تھے جن سے بابا کا قریبی تعلق تھا۔
>
> اس قیام گاہ میں ہماری نانی (بی بی) بھی کراچی سے منتقل ہوگئی تھیں۔ شام کو ٹیرس پر بابا اور بی بی بیٹھا کرتے تھے۔ میرے دو بھائی پرویز شہاب اور خسرو شہاب اور ہمارے بہنوئی حسن ناصر کے حقیقی بھتیجے حمید بھی رہا کرتے تھے۔ اس زمانے میں ہم سب بہن بھائی کراچی کے فیڈرل بی ایریا کے مکان میں قیام پذیر تھے۔ اسکول کی چھٹیوں کے دوران میں اور میرا چھوٹا بھائی سراج انور والدہ کے ہمراہ یہاں آجایا کرتے تھے بابا بہت اصرار کرتے تھے کہ تم لوگ

یہاں مستقل آجاؤ۔ میں تم لوگوں کی تعلیم کا معقول بندوبست کردوں گا۔ لیکن ہم لوگ اسلام آباد کی ویرانی کے باعث یہاں منتقل نہیں ہوئے۔ (جوش ملیح آبادی: ملیح آباد سے اسلام آباد تک، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۴ء ص ۷۲، ۷۳)

۱۶۔ دیکھیے حاشیہ ۲۰

۱۷۔ جڑاول: جاڑوں کے گرم کپڑے

۱۸۔ جوش صاحب نے سبطِ حسن کے نام آخری تین خطوط میں اپنے ایک شعری مجموعے کا ذکر کیا ہے، اس مجموعے کا نام دو خطوں میں انھوں نے رباب و مضراب لکھا ہے اور ایک خط میں محراب و رباب۔ جب کہ یہ مجموعہ ان کی وفات کے گیارہ سال بعد ۱۹۹۳ء میں محراب و مضراب کے نام سے جنگ پبلشرز نے شائع کیا۔ ان تینوں خطوط سے پہلی بار یہ انکشاف ہوا کہ یادوں کی برات کی اشاعت کے بعد سبطِ حسن کے زیرِ انتظام ہی محراب و مضراب کی اشاعت کا سلسلہ قائم ہوگیا تھا۔ اگرچہ مولانا کوثر نیازی کے توسط سے کتاب کی اشاعت کے لیے کاغذ بھجوا دینے کا بھی ذکر ہے اور جوش صاحب نے انھی خطوط میں سے ایک خط میں یہ بات بھی سبطِ حسن سے کہی ہے کہ محراب و مضراب کی باقی کاپیاں بھی بھیج دیجیے تاکہ انھیں بھی درست کردوں یعنی ترتیب و اشاعت کا کام کافی بڑھ گیا تھا لیکن یہ کتاب جوش صاحب کی زندگی میں شائع نہ ہوسکی ۱۹۸۲ء میں جوش صاحب اور ۱۹۸۶ء میں سبطِ حسن کا انتقال ہوگیا! یہ معاملات ابھی تشنۂ تحقیق ہی ہیں۔

۱۹۔ جوش صاحب نے جن پچیّس اور چھبیس (شعری و نثری) کتابوں کا ذکر کیا ہے، ان کے نام یہ ہیں؛ روحِ ادب، شاعر کی راتیں، نقش و نگار، شعلہ و شبنم، فکر و نشاط، جنون و حکمت، حرف و حکایت، حسین اور انقلاب، آیات و نغمات، عرش و فرش، رامش و رنگ، سنبل و سلاسل، سیف و سبو، سرود و خروش، سموم و صبا، طلوعِ فکر، قطرہ وقلزم، الہام و افکار، نجوم و جواہر، اشارات اور یادوں کی برات وغیرہ۔

۲۰۔ گزشتہ ایک خط میں بھی یادوں کی برات کی رائلٹی کا انھوں نے تذکرہ کیا ہے۔ کتابوں کی رائلٹی کے معاملے میں جوش صاحب کے رویّے اور اصول کا، ان کے مرثیوں پر مشتمل مجموعے کے مقدمے میں راقم نے ذکر کیا ہے، اس سے یہ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> آپ اسے کوئی بھی نام دیجیے لیکن یہ حقیقت ہے کہ جوش صاحب اپنی کتابوں کے شائع کرنے کی اجازت، حقوق اور رائلٹی کے بارے میں کسی تکلّف کے روادار نہیں تھے 'لین دین' کے معاملات میں وہ بالکل صاف آدمی تھے... وہ اپنے دوستوں سے بھی اس معاملے میں بالکل کھرے تھے ساغر نظامی سے ان کی بے تکلفی اور یارانہ کوئی ڈھکا چھپا نہیں لیکن کتاب کے حقوق کے بارے میں وہ ان سے بھی لگی لپٹی رکھنے کے قائل نہیں تھے۔ ۱۹۴۸ء تک 'حرفِ آخر' جس قدر بھی مکمل ہوگئی تھی ساغر اسے چھاپنا چاہتے تھے۔ ان معاملات کے حوالے سے ساغر کے خط کے جواب میں ۱۶/دسمبر ۱۹۴۸ء کو وہ لکھتے ہیں 'یہ کرو کہ پانچ ہزار چھاپو، پچیس فی صدی رائیلٹی دو اور مسودہ ملتے ہی تمام و کمال رقم ادا کرو۔' (جوش بنام ساغر، ص ۷۳) پھر ۴/فروری ۱۹۴۹ء کے ایک خط میں انھیں جواب دیتے ہیں کہ 'آج تک میں نے کسی پبلشر سے پچیس فی صدی سے کم رائلٹی نہیں لی ہے اور مکتبۂ اردو سے آخری معاہدہ ہوا تھا اس میں تو ۳۳ فی صدی رائلٹی مقرر تھی۔' (جوش بنام ساغر، ص ۷۴) اس سے بہت پہلے ۱۹۴۱ء میں نیا ادارہ لاہور کے مالک اور رسالہ

سویرا کے بانی چوہدری نذیر احمد کو لکھتے ہیں 'رشیدیہ بک ڈپو دہلی میں میری کتابوں کی میعاد قریب الاختتام ہے اگر آپ ان کتابوں کا حق اشاعت دینا چاہتے ہیں تو براہِ کرم اپنی شرائط سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیجیے۔' (شش ماہی غالب، ۱۹۹۵ء، ص ۲۵، ادارہ یادگارِ غالب، کراچی)۔ کراچی کے ایک پبلشر سلطان حسین اینڈ سنز جنھوں نے ۱۹۵۵ء میں ان کا شعری مجموعہ سموم وصبا شائع کیا تھا ان پر کتاب کی رائلٹی کے سلسلے میں جوش صاحب نے مقدمہ دائر کر دیا تھا (ساقی، جوش نمبر، ص ۱۶) ان کی یہ 'اصولی سختی' یقیناً ان کا حق تھا وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہم اپنے خونِ جگر سے کتاب تیار کرتے ہیں لیکن اس خون کی سرخی پبلشر کے چہرے پر جھلکتی ہے۔ (جوش کے انقلابی مرثیے، اوسلو، ناروے، توحید اسلامک سینٹر، ۲۰۱۰ء، ص ۲۲)

۱۹۴۷ء میں بمبئی سے ان کا شعری مجموعہ سنبل و سلاسل شائع ہوا تو اس میں ناشرین کے حوالے سے یہ رباعی بھی شامل تھی:

چاندی کا ورق ہے یا گہر بار جبیں ارباب قلم کے ملک میں زیرِ نگیں
خونِ شعرا کا روے گل گوں پہ ہے رنگ کیوں قبلۂ عالم آپ ناشر تو نہیں

مآخذ

۱۔ انجم، خلیق، جوش بنام ساغر، نئی دہلی: مونومینٹل پبلشر، ۱۹۹۱ء
۲۔ جوش ملیح آبادی، سنبل و سلاسل، بمبئی: کتب خانہ تاج، آفس، ۱۹۴۷ء
۳۔ ـــــــ، یادوں کی برات، کراچی: جوش اکیڈمی، ۱۹۷۰ء
۴۔ فرخ جمال ملیح آبادی، جوش میرے بابا، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۱۰ء
۵۔ ـــــــ، جوش ملیح آبادی: ملیح آباد سے اسلام آباد تک، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۰۱۴ء
۶۔ نقوی، ہلال، جوش ملیح آبادی کی نادرو غیر مطبوعہ تحریریں، کراچی: حیات اکیڈمی، ۱۹۹۲ء
۷۔ ـــــــ، جوش کے انقلابی مرثیے اوسلو: ناروے، توحید اسلامک سینٹر، ۲۰۱۰ء
۸۔ ـــــــ، یادوں کی برات جدید ایڈیشن، کراچی: ویلکم بک پورٹ، ۲۰۱۸ء

اخبارات و رسائل

۱۔ ترجمان القرآن (ماہ نامہ)، لاہور، اکتوبر ۲۰۰۳ء
۲۔ ساقی (ماہ نامہ)، جوش نمبر، کراچی، ۱۹۶۳ء
۳۔ غالب (شش ماہی)، کراچی، شمارہ ۱۱ تا ۱۸
۴۔ لیل و نہار (ہفت روزہ)، لاہور، ۱۶ر فروری، ۱۹۵۸ء
۵۔ نقوش، لاہور، خطوط نمبر، اپریل مئی ۱۹۶۸ء
۶۔ ہمایوں، لاہور، جون ۱۹۵۲ء جلد ۶۱، شمارہ ۶۰